© rasailojaraid.com

اسلامی بینکوں کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے بارے میں فقہی مباحث: ایک جائزہ

شازیہ کیانی۞

اپنے گھر کا حصول اور اس میں پر سکون زندگی بسر کرنا ہر انسان کا فطری خواب ہے، مگر آج کل آمدن محدود اور مسائل لا محدود ہونے کے باعث زیادہ تر افراد اپنے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے سے قاصر ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے آج کل پاکستان میں ہاؤس فنانسنگ (House Financing) کے کئی ادارے قائم ہو چکے ہیں جو لوگوں کے لیے مکان خریدنے یا بنوانے کی خدمات سر انجام دے رہے ہیں، لیکن یہ ادارے سودی نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ چوں کہ وہ اپنے معاملات سودی بنیادوں پر کرتے ہیں اور سود شریعت میں حرام ہے، اس لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان اداروں سے ایسا کوئی معاملہ کرے جو سود پر مبنی ہو، البتہ ان حالات میں یہ بھی ناگزیر ہے کہ ہاؤس فنانسنگ کے لیے کوئی ایسا طریقہ تجویز کیا جائے جو شریعت کے مطابق ہو اور سودی نظام کا متبادل بھی بن سکے۔

بچت کی حوصلہ افزائی اور سرمایہ کاری کے مختلف طریقوں کو بہ روئے کار لاتے ہوئے سرمایے کی ترسیل، منافع کا حصول اور بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینا اسلامی بینکوں کے ذریعے عمل پذیر ہونے والے چند اہم افعال ہیں۔ اسلامی بینک کاری ابھی اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہی ہے اور اس سلسلے میں نت نئے تجربات ہو رہے ہیں۔ اسلامی بینک صارفین کو مختلف طرح کی سہولیات فراہم کر رہے ہیں۔ آج کے دور میں اسلامی ہاؤس فنانسنگ کا مالیاتی نظام وہ مالیاتی نظام ہے جس کی دنیا بھر میں مانگ ہے۔ پورے عالم میں اسلامی مالیاتی نظام کے مسابقتی فوائد کو تسلیم کیا گیا ہے۔ نہ صرف اسلامی بینک اسلامی ہاؤس فنانسنگ کر رہے ہیں، بلکہ روایتی بینک بھی اسلامی بینکوں کے مروج کردہ طریقوں کے مطابق ہاؤس فنانسنگ کر رہے ہیں۔

اگر اسلامی بینک ہاؤس فنانسنگ کی سہولت نہ دیں تو مجبوراً مسلمان صارفین بھی عام سودی بینکوں کے ساتھ معاملہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اسلامی ہاؤس فنانسنگ وہ تمام ممکن طریقے متعارف کرواتی ہے جن کے

۞ لیکچرار، شعبہ قانون، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات (shaziakiyani@gmail.com)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعے صارفین کی مدد کی جاتی ہے کہ وہ شریعت کے بیان کردہ ضوابط کے مطابق یہ کام کر سکیں۔گھر کی اسلامی مالیاتی نظام میں جن طریقوں سے فنانسنگ کی جاتی ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- مشارکہ متناقصہ(Diminishing Musharikah)

۲- مرابحة ۳- بيع بثمن آجل

۴- إجارة ۵- إجارة ثم البيع

۶- الاستصناع ۷- اقتناع

۸- مقاولة

۹- بيع أجل[1]

زیادہ تر اسلامی بینک مشارکۂ متناقصہ(Diminishing Musharikah) کے طریقے سے گھر کے لیے سرمایہ کاری کا موقع فراہم کرتے ہیں۔جب کوئی صارف ہاؤس فنانسنگ کے لیے کسی سودی بینک کا رخ کرتا ہے تو سودی بینک اسے گھر بنانے کے لیے قسطوں پر قرضہ فراہم کر دیتا ہے جس کے عوض وہ صارف سے سود وصول کرتا ہے، جب کہ مشارکۂ متناقصہ کے ذریع ہاؤس فنانسنگ کا عمل اس سے مختلف ہے۔مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے عمل میں بینک صارف کو قرضہ فراہم نہیں کرتا، بلکہ اسے براہ راست اپنے ساتھ شراکت دار بنا کر سرمایہ کاری کی دعوت دیتا ہے جو سودی اور اسلامی بینکوں کے ہاؤس فنانسنگ کے طریقۂ کار میں بنیادی فرق ہے۔زیرِ نظر مقالے میں ہاؤس فنانسنگ کی اصل فقہی بنیاد، مشارکۂ متناقصہ کی وضاحت کے بعد اس کے بارے میں فقہی بحث کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

مشارکۂ متناقصہ کا مفہوم اور حقیقت

مشارکۂ متناقصہ کے مفہوم سے درست آگاہی کے لیے پہلے مشارکہ کا مفہوم پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔مشارکہ شرکت سے ماخوذ ہے جس کا لغت میں مطلب شریک ہونا اور حصہ دار بننا ہے۔تجارت میں مشارکہ کا معنی یہ ہے کہ کسی کاروبار میں مختلف لوگ شریک ہوں اور نفع و نقصان میں سب کا حصہ یکساں ہو، تاہم فقہ کی قدیم

---

1. Muhammad Billah, "Islamic Model of Home Financing", *Journal of Islamic Banking & Finance*. (Karachi: Jan-March 2008, Vol 25), 21.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابوں میں مذکور "شرکت" کے مقابلے میں "مشارکہ" کی اصطلاح کا مفہوم محدود معنی رکھتا ہے۔ مشارکہ کا تعلق صرف اموال میں شرکت کے ساتھ ہے۔ مشارکہ میں نفع کی شرح معاہدے کے اولین وقت ہی سے طے کر لی جاتی ہے اور اس کا تعلق کاروبار میں ہونے والے حقیقتاً نفع کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگرچہ فقہاے اسلام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مشارکہ پر مبنی کاروبار میں ہر شریک کے لیے نفع کا تناسب اس کی طرف سے لگائے گئے سرمایے کے مطابق ہو یا نہیں، اس بات میں اتفاق ہے کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کی نسبت ہی سے نقصان برداشت کرے گا۔ (۲)

مشارکۂ متناقصہ: مفہوم ووضاحت

مشارکۂ متناقصہ، مشارکہ ہی کی ایک شکل ہے۔ معاصر اہلِ علم نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

محمد عمران اشرف عثمانی لکھتے ہیں:

Another form of Musharakah, developed in the near past, is "Diminishing Musharakah". According to this concept, a financier and his client participate either in the joint ownership of a property or an equipment, or in a joint commercial enterprise. The share of the financier is further divided into a number of units and it is understood that the client will purchase the units of the share of the financier one by one periodically, thus increasing his own share until all the units of the financier are purchased by him so as to make him the sole owner of the property, or the commercial enterprise, as the case may be. (3)

ماضی قریب میں مشارکہ کی ایک اور تشکیل پانے والی قسم، مشارکۂ متناقصہ ہے۔ اس کے عمل میں سرمایہ کار اور صارف دونوں کسی جائداد یا شے کی ملکیت میں مشترکہ طور پر شریک ہو جاتے ہیں، پھر سرمایہ کار کا حصہ مختلف چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور یہ خیال یقینی ہوتا ہے کہ صارف سرمایہ کار کے تمام حصے وقت آنے پر باری باری خرید لے گا۔ اس طرح سے صارف اپنا حصہ بڑھاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ سرمایہ کار کا سارا حصہ خرید لیتا ہے اور پھر وہ اس جائداد یا کسی بھی سرمایہ کاری شدہ شے کا اکیلا مالک بن جاتا ہے۔

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد تقی عثمانی، **اسلامی بینکاری کی بنیادیں**، ترجمہ: محمد زاہد (فیصل آباد: مکتبہ عارفی، س۔ن)، ۳۵ وما بعد۔

3. Muhammad Imran Ashraf Usmani, *Meezan Bank's Guide to Islamic Banking* (Karachi: Darual- Ishaat, Urdu Bazar, 2002), 108.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرمایہ کاری کی اس صورت میں بینک اور صارف دونوں کے درمیان شراکت داری کا معاہدہ ہوتا ہے۔ اگر صارف بھی کچھ سرمایہ لگا رہا ہو تو شراکت داری ہو گی اور وہ اگر اپنا سرمایہ نہ لگائے، بلکہ صرف بینک ہی سرمایہ لگائے تو یہ شراکت داری نہیں بلکہ مضاربہ کا معاہدہ ہو گا۔ مشارکۂ متناقصہ کے موضوع پر آج تک کئی کتب اور مضامین لکھے گئے ہیں، جن میں اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ مشارکۂ متناقصہ کے اسلام میں جائز یا ناجائز ہونے کے حوالے سے کئی اہل علم نے اظہار خیال کیا ہے۔ اہل علم کا ایک طبقہ اس طریقۂ کار کی مکمل حمایت کرتے ہوئے اسے اسلامی تعلیمات کے عین مطابق قرار دیتا ہے، جب کہ مشارکۂ متناقصہ کے طریقۂ کار پر حالیہ دور کے بعض اہل علم نے شدید تنقید کرتے ہوئے اسے اسلامی مالیاتی نظام سے متصادم قرار دیا ہے۔[۴]

مشارکہ متناقصہ کی بنیاد پر ہاؤس فنانسنگ

اس کی صورت یہ ہے کہ عمیل (خریدار) کے پاس اتنی زیادہ رقم نہیں ہوتی کہ وہ گھر خرید سکے۔ اس مقصد کے لیے وہ تمویل کار (اسلامی بینک) کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ دونوں میں معاہدہ ہوتا ہے اور بینک بھی اپنا سرمایہ لگاتا ہے جو صارف کی رقم کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ دونوں مل کر گھر خرید لیتے ہیں اور وہ صارف کو دے دیا جاتا ہے۔ اب چوں کہ صارف اپنے شریک (بینک) کا حصہ بھی استعمال کر رہا ہوتا ہے، اس لیے صارف، بینک کو اس کے حصے کا کرایہ ادا کرتا ہے اور ساتھ تقسیم شدہ حصے خریدتا رہتا ہے۔ یہ حصے کم ہونے کے ساتھ ساتھ کرایے کا تناسب بھی کم ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ تمام حصے ختم ہو جاتے ہیں اور صارف گھر کا تنہا مالک بن جاتا ہے۔[۵]

۴۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

۱۔ رفقاءِ دار الافتاء، جامعہ العلوم الاسلامیہ کی جانب سے شائع کردہ کتاب **مروجہ اسلامی بینکاری: تجزیاتی مطالعہ، شرعی جائزہ، فقہی نقد و تبصرہ** میں اسلامی بینک کے ذریعے مشارکہ اور مشارکۂ متناقصہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے انھیں سراسر غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۱۱۲ سے ۱۱۳ تک اور صفحہ ۱۸۸ سے ۱۹۳ تک، ۲۰۰۸ء)۔

۲۔ ذوالفقار علی مشارکۂ متناقصہ پر تنقید کرتے ہوئے اس کی تعریف، توضیح و طریقہ کار بہ شمول بینک کی طرف سے قیمت کے تعین وغیرہ پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ (ذوالفقار علی، **دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم** (لاہور: ابوہریرہ اکیڈمی، ۲۰۰۸ء)، ۱۵۰–۱۵۶۔)

۵۔ محمد تقی عثمانی، مصدرِ سابق، ۸۴، ۸۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس تفصیل سے مشارکۂ متناقصہ کی وضاحت کے ساتھ اس کی وجہِ تسمیہ بھی واضح ہو جاتی ہے۔ لفظ متناقصہ سے مراد ایسی شے ہے جو کم ہوتی ہے اور اپنا مستقل وجود نہیں رکھتی۔ مشارکۂ متناقصہ کو اسی لیے مشارکۂ متناقصہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ یہ ایک ایسے شراکت داری ہے جو بہ تدریج ختم ہو جاتی ہے۔ اور صرف اپنے مقصد کے حصول تک جاری رہتی ہے۔ جس طرح گھر کی خریداری کے لیے صارف بینک کے ساتھ شراکت داری بناتے ہوئے اس کے تمام حصے خریدتا چلا جاتا ہے اور بلا آخر وہ بلا شرکت غیرے اس گھر کا مالک بن جاتا ہے۔ مشارکۂ متناقصہ، اسلامی بینکوں میں رائج مشارکہ کی رائج متعدد انواع میں سے ایک ہے۔ ان انواع میں اس قسم کے علاوہ بہ راہِ راست مشارکہ کا عمل[۶]، مستقل مشارکہ[۷]، شراکت داری کے حصوں میں سرمایہ کاری[۸]، مشارکہ کی بنیاد پر Letter of Credit کے ذریعے سرمایہ کاری[۹] وغیرہ صورتیں شامل ہیں۔

۶- مشارکہ کی اس قسم میں اسلامی بینک اور صارف کے درمیان کسی مخصوص شے کی خریداری کے بارے میں معاہدہ ہوتا ہے۔ اس قسم کے مشارکہ میں بینک اور صارف ایک متعین شدہ تناسب سے درآمدی یا برآمدی تجارت کے لیے شراکت داری کرتے ہیں اور ان کے شامل کردہ سرمایے کے مطابق ان کے نفع کا تناسب متعین کیا جاتا ہے اور جو شریک اس عمل میں اداراتی خدمات پیش کرتا ہے، اس حساب سے اس کا اضافی منافع یا عوض بھی مقرر کر دیا جاتا ہے۔(مصطفیٰ کمال السید طایل، **البنوک الإسلامیه، المنهج والتطبیق** (مصر: دار الوفاء للطباعة و النشر والتوزیع،۱۹۸۸ء)،۹۱۔)

۷- اس قسم کے مشارکہ میں اسلامی بینک اور صارف کسی تجارتی، صنعتی، زرعی یا کسی بھی ایسے مقصد کے لیے ایک شراکت داری کا قیام عمل میں لے آتے ہیں، پھر اس عمل کے نتیجے میں حاصل ہونے والے منافع میں بھی وہ دونوں شریک ہوتے ہیں اور اسی طرح ہر مالی سال کے اختتام پر وہ دونوں شراکت دار خسارے میں بھی حصہ دار ہوتے ہیں۔(محمد طاہر منصوری، عبدالحی ابڑو، **المدخل للفقة المصرفي** (اسلام آباد: إكاديمية الشريعة،۲۰۰۲ء)، ۲۳۶۔)

۸- اسلامی بینک اپنے وسائل کا کچھ حصہ نئے منصوبوں کے لیے بھی مختص کرتے ہیں یا پھر کسی خاص منصوبے میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ یہ حصے داری مکمل طور پر سود سے دور رہتے ہوئے کی جاتی ہے اور اس پر شرکۃ العنان کے قواعد و ضوابط لاگو ہوتے ہیں۔ بعض اوقات اس پر عنان اور مضاربہ دونوں کے احکام اور ضوابط نافذ العمل ہوتے ہیں۔(سعود محمد عبد اللہ الربیعۃ، **تحول المصرف الربوي إلى مصرف الإسلامي و مقتضياته** (جمیعة إحياء تراث الإسلامي، مركز المخطوطات، والتراث والوثائق)،۱: ۲۴۷۔)

۹- مشارکہ کی بنیاد پر اسلامی بینک Letter of Credit کا اجرا بھی کرتے ہیں۔ جس کے ذریعے بیرونی ممالک سے درآمدات کی جاتی ہیں۔ اس لیٹر میں اس شے کی معینہ قیمت کے ساتھ ساتھ اس کی درآمدگی کے اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشارکۂ متناقصہ کی بنیاد پر House Financing کے طریقِ کار کی تفصیلی وضاحت

اس اجمالی وضاحت کے بعد مشارکۂ متناقصہ کے طریقِ کار کے مختلف مراحل کی تفصیلی وضاحت کی جاتی ہے۔ ان مراحل میں سے اکثر چوں کہ معاصر علمی اور فقہی بحث میں اختلاف اور گفت گو کا موضوع بنے ہیں، اس لیے ان مراحل کی تشریح کے ساتھ ساتھ اختلافی نقطۂ نظر کی وضاحت اور دونوں نقطہ ہائے نظر کا محاکمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مشارکۂ متناقصہ کی بنیاد پر ہاؤس فنانسنگ کا طریقۂ کار درج ذیل پانچ مراحل میں طے پاتا ہے:

۱- جائداد میں مشترکہ ملکیت پیدا کرنا (شرکۃ الملک)

۲- تمویل کار کا حصہ عمیل کو کرایہ پر دینا

۳- صارف (عمیل) کی طرف سے تمویل کار سے یہ وعدہ کہ وہ اس کے حصے کو خرید لے گا۔

۴- مختلف مراحل پر مشارکہ کے یونٹس کی عملاً خریداری

۵- تمویل کار کی جائدار میں باقی ماندہ حصے کے حوالے سے کرایہ کا تعین[۱۰]

مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقۂ کار اور اس کا فقہی جائزہ لینے کے لیے ان مراحل کی مرحلہ وار توضیح وتجزیہ ناگزیر ہے تاکہ اس بارے میں اسلامی بینکوں کا طریق کار اور متعلقہ علمی مباحث واضح ہو سکیں۔

۱- جائداد میں مشترکہ ملکیت پیدا کرنا (شرکۃ الملک)

مشارکۂ متناقصہ کے طریقۂ کار کے مطابق ہاؤس فنانسنگ کے عمل میں سب سے پہلے مرحلے میں فریقین کے مابین مشترکہ ملکیت (شرکۃ الملک) عمل میں لائی جاتی ہے۔ شرکتِ ملک بہت سے مختلف طریقوں سے عمل

معاہدے میں تینوں فریقوں یعنیLetter of Creditجاری کرنے والے، بیرون ملک سے مطلوبہ شے بھجوانے والے اور صارف کے درمیان نفع کی تقسیم کا تناسب درج ہوتا ہے، جب کہ نقصان سرمایہ کاری کے مطابق برداشت کیا جاتا ہے۔ (محمد طاہر منصوری، عبدالحی ابڑو، مرجعِ سابق، ۲۴۳۔)

۱۰- محمد تقی عثمانی، **اسلام اور جدید معاشی مسائل** (کراچی: ادارہ اسلامیات پبلشرز، ۲۰۰۸ء)، ۵: ۶۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں لائی جاسکتی ہے جس میں فریقین کی جانب سے مشترکہ خریداری کا عمل بھی شامل ہے۔ اور شریعت اس عمل کی مکمل طور پر اجازت دیتی ہے۔ فقہ میں یہ بات ملتی ہے کہ مشترکہ خریداری کا عمل اختیاری ہے جبری نہیں۔[۱۱]

اس طریقِ کار کے مؤیدین کے نزدیک پہلے مرحلے کا تجزیہ کرنے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ چوں کہ اس مرحلے میں صارف اور بینک کے مابین مشترکہ شراکت داری وجود میں آتی ہے، جس کا تصور شریعت میں شرکتِ ملک کی صورت میں موجود ہے، اس لیے اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش معلوم نہیں ہوتی اور اس عمل کے فقہی لحاظ سے شرعی تقاضوں کے مطابق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

۲- تمویل کار کا حصہ عمیل کو کرایے پر دینا

مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقِ کار کے دوسرے مرحلے میں تمویل کار یعنی بینک اپنا حصہ بھی عمیل یعنی صارف کو کرایے پر دے دیتا ہے۔[۱۲] اور اس سے ماہوار کرایہ وصول کرتا ہے۔ اس طریقِ کار کے مؤیدین کے نزدیک کرایہ داری کا معاہدہ بھی فقہ کے چاروں بڑے مذاہب فکر کے نزدیک جائز ہے۔[۱۳]

۱۱- ابن العابدین، **رد المحتار علی الدر المختار** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۲ء)، ۳: ۳۴۳۔

۱۲- اجارہ کا مفہوم فقہِ اسلامی میں معروف ہے۔ اس کی اقسام میں اجارۂ اشخاص (افراد کی خدمات کرایے پر لینا) اور اجارۂ اعیان (چیزوں کو کرایے پر لینا) شامل ہیں۔ بینکوں میں رائج اجارہ، اجارۂ اعیان ہے جسے جدید اصطلاح میں Leasing کہتے ہیں۔ اس کی مزید دو قسمیں ہیں: اجارۂ تمویلیہ (Financial Lease) اور اجارۂ تشغیلیہ (Operating Lease)، اجارۂ تشغیلیہ:(Operating Lease) تو عام معاہدۂ کرایہ داری ہے جس میں کوئی شخص یا ادارہ اپنی کوئی چیز متعین مدت کے لیے کرایے پر دیتا ہے اور پھر مدت ختم ہونے کے بعد واپس لے لیتا ہے، جیسے مکان، دکان اور بعض روزمرہ استعمال کی چیزیں، جیسے ٹینٹ، لاؤڈ سپیکر وغیرہ جیسی اشیا کرایے پر دینا؛ یہ اجارہ قدیم زمانے سے رائج چلا آرہا ہے۔ اس وقت بینکوں میں جو کرایہ داری کا عمل رائج ہے وہ اجارۂ تمویلیہ ہے، یہ کرایہ داری در اصل ایک مالیاتی سرمایہ کاری کے طور پر وجود میں آئی ہے جس میں بینک یا مالیاتی ادارے کے پیشِ نظر تمویل ہوتی ہے اور کرایہ داری کو بہ طور ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، یہ معاہدہ ایک مخصوص مدت مثلاً تین سال یا پانچ سال کے لیے ہوتا ہے جس میں مؤجر (Lessor) کرایے پر دی گئی مشینری یا کار وغیرہ کی قیمت مع مطلوبہ نفع، کرایے کی شکل میں وصول کرتا ہے۔ جب اس معاہدے کی مدت پوری ہوتی ہے تو وہ چیز گاہک کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ (محمد طاہر منصوری، عبدالحی ابڑو، مرجع سابق، ۲۹۳۔)

۱۳- سید سابق، فقه السنة (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۷۷ء)، ۳: ۱۷۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتراض اور محاکمہ

مشارکۂ متناقصہ کے معاہدے پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں دو یا دو سے زائد معاہدوں کا مجموعہ یعنی بیعتین في البیع ہے ،اس طرح کے معاہدے شرعاً ناجائز ہیں ۔[۱۴] حدیث سے ثابت ہے کہ ایک معاہدے میں دو معاہدے جمع کرلینا شرعاًناجائز ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق ایک معاہدے پر دو شرائط عائد کر دینا بھی شرعاً ناجائز ہے۔ اگر دو یا دو سے زائد معاہدے اس طریقے سے جمع کیے جائیں کہ ہر معاہدہ دوسرے معاہدے پر مشروط اور منحصر ہو تو اسے دو معاہدوں کا مجموعہ کہا جاتا ہے۔ ایک معاملے میں دو شرائط عائد کرنا اور ایک معاہدے میں دو معاہدے کرنا بھی ایک فقہی مسئلہ ہے۔[۱۵] ایک معاہدے میں دو معاہدے جمع کرنے کو فقہا نے ناجائز کہا ہے۔ اور اس عدمِ جواز کی وجوہ میں عام طور پر غرر، ابہام اور خریدار کے استحصال کو علت بنایا گیا ہے کہ اسے ایک چیز کی خاطر لازمی طور پر دوسری کی خریداری پر مجبور کیا جاتا ہے۔[۱۶]

یہاں اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ مشارکۂ متناقصہ میں فروخت اور کرایہ داری کے معاہدوں کی مجموعی طور پر نوعیت کیسی ہے؟ یہ معاہدے باہم دگر مربوط و مشروط ہوتے ہیں یا ان کی حیثیت جداگانہ ہوتی ہے ؟اگر یہ تمام معاملات اس طریقے سے جمع کیے گئے ہیں کہ یہ سب اس ایک دوسرے پر مشروط اور منحصر ہیں تو شریعت میں ایسا معاہدہ جائز نہیں ہو گا، کیوں کہ یہ شریعت کا ایک واضح اصول ہے کہ ایک معاملہ دوسرے معاملے کے لیے مشروط نہیں کیا جاسکتا۔ اس مشکل کے حل کے جواب میں اسلامی بینک یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مشارکۂ متناقصہ کے معاہدے میں فروخت اور کرایہ داری کے معاہدوں کو ایک معاہدے میں جمع نہیں کرتے اور یہ دنوں معاہدے اپنی اپنی جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ مگر اس مسئلے میں اسلامی بینکوں کا موقف زیادہ واضح طور پر سمجھ میں نہیں

۱۴- ثاقب الدین، **اسلامی بینکاری اور متفقہ فتوے کا تجزیہ** (کراچی: دارالاشاعت، ۱۴۳۰ھ)، ۱۹۹۔

۱۵- وھبہ الزحیلی، **الفقه الإسلامي و أدلته** (دمشق: دار الفکر المعاصر، ۲۰۰۷ء)، ۵: ۳۴۵۹۔

۱۶- فقہا کی مختلف آرا اور ان کے دلائل کو وہبہ الزحیلی نے **الفقه الإسلامي وأدلته** میں یک جا اور تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی وجوہ میں فقہا نے خریدار کا استحصال، غرر وغیرہ امور بیان کیے ہیں، البتہ امام مالک کے نزدیک اس طرح کا معاہدہ جائز ہے اور وہ اس کو خیار کے باب سے مانتے ہیں۔ (دیکھیے: وھبۃ الزحیلی، **الفقه الإسلامي و أدلته**، ۵: ۳۴۶۰ ؛ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۶ء)، ۶: ۵۶؛ ابو محمد عبداللہ ابن القدامہ، **المغني** (ریاض: مکتبة الریاض الحدیثة، ۱۹۶۸ء)، ۴: ۲۳۴۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آتا۔ اگر کرایہ داری کا معاہدہ لازم نہیں ہوتا تو عمیل یا صارف کو اسے اختیار کرنے یا نہ کرنے کا حق ہونا چاہیے، حالاں کہ ایسا نہیں۔ اس امر کو یقینی بنایا جانا چاہیے کہ مشارکۂ متناقصہ میں فروخت اور کرایہ داری کے معاہدے الگ الگ ہوں اور ان کی دستاویزات اس طرح سے بنائی جائیں کہ ان پر الگ الگ دست خط کیے جائیں ہر معاہدے پر دست خط کے وقت باقاعدہ ایجاب و قبول بھی ہونا چاہیے تاکہ صارف کی مرضی اور رضامندی کو یقینی بنایا جاسکے۔

۳- صارف (عمیل) کی طرف سے تمویل کار سے یہ وعدہ کہ وہ اس کے حصے کو خرید لے گا

مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقۂ کار کے تیسرے مرحلے پر صارف، تمویل کار یعنی بینک سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ بینک کے تمام حصے ایک ایک کر کے خرید تا چلا جائے گا۔ یہ موضوع کئی فقہی مباحث میں زیر بحث رہا ہے۔ اہل علم کے مابین اس موضوع پر اختلاف کا سبب وعدہ کی شرعی و قانونی حیثیت کے بارے میں ایک رائے پر یک جانہ ہونا ہے۔ عام تاثر یہ ہے کہ عہد یا وعدہ کو عدالتی حکم کے ذریعے نافذ نہیں کرایا جاسکتا، کیوں کہ ایفائے عہد صرف اور صرف عہد کرنے والے کی اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ مگر بہت سے مسلم اہل علم کا خیال ہے کہ عہد کرنے والے کو اسے پورا کرنے کا پابند بھی کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر مالی معاملات میں وعدہ کرنے والے کو اسے ایفا کرنے کا پابند کیا جاسکتا ہے۔ یہ نکتہ غور طلب ہے کہ خرید و فروخت کے معاملے میں ایک الگ وعدہ کرنا اور اس وعدے کو خرید و فروخت کی شرط نہ بنانا اور وعدے کو خرید و فروخت کی شرط بنانا، دو مختلف معاملات ہیں۔ ایک اور نکتہ بھی واضح ہے کہ ایک مکمل طور پر علاحدہ اور اضافی وعدہ جو کسی چیز کو خریدنے سے متعلق ہو، اصل معاہدے کو مشروط نہیں بنا دیتا۔[۱۷]

اعتراض اور تجزیہ

مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے کی گئی ہاؤس فنانسنگ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں بینک اپنے حصے کی Property بھی صارف کو کرایہ پر دے دیتا ہے اور صارف اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ بینک کے حصوں کو ایک ایک کر کے خرید لے گا۔ اس طرح کی صورت حاصل کو شریعت میں إلزامية الوعد یعنی وعدے کے ذریعے

17- Ahmed, Al Abdullah, "The Application of Mushārakah (Partnership) Mode Of Finance In Islamic Banks (Bank Of Sudan)", *Journal of Islamic banking and Finance*, (Jan-March 2008, Vol.25), 66.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پابند کرنا کہتے ہیں۔ جیسا کہ شریعت میں یہ جائز نہیں ہے کہ مستقبل میں کسی وقت میں انجام پانے والے معاہدے کے لیے حال میں کوئی معاہدہ کیا جائے، تو پھر بینک اور صارف کے مابین اس طرح کے وعدے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ [۱۸]

اس ساری صورت حال کو سمجھنے کے لیے شریعت میں "معاہدہ" اور "وعدہ یا عہد" کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ یہ اصطلاحات اکثر واضح طور پر سمجھی نہیں جاتی ہیں۔ جب کوئی امر فریقین کی باہمی رضامندی سے طے پا جائے اسے معاہدہ کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور خرید و فروخت کے معاہدے جہاں قیمت کے بدل میں شے دے دی جاتی ہے۔ اس طرح کے معاہدے شرعاً جائز ہیں اور قانونی اعتبار سے قابل نفاذ ہیں۔[۱۹] جب کہ وعدہ سے مراد مالی معاملات میں کسی ایک فریق کی جانب سے یک طرفہ طور پر خود کو کسی امر کے لیے پابند کرنا ہے۔ قانونی اعتبار سے ایفاے عہد لازمی نہیں جب تک اس پر حلف نہ لیا گیا ہو یا قسم نہ اٹھائی گئی ہو اور اس صورت میں بھی صرف اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے اس وعدے کا پورا کرنا لازمی ہے۔ حتیٰ کہ ایسا وعدہ بھی کسی اچھے مقصد کے تحت توڑا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کام کے کرنے یا اس سے دور رہنے کا وعدہ کرتا ہے تو یہ بھی ایک یک طرفہ وعدہ ہے۔ وعدہ خلافی ایک گناہ ضرور ہے مگر عدالتی کارروائی کے ذریعے لاگو نہیں کروایا جاسکتا۔ درحقیقت یہ یک طرفہ وعدہ ہی ہے جو شریعت کے مطابق مالی معاملات کے حل کے لیے لچک دار اور قابل اعتماد راستے بتاتا ہے۔ وعدے کے نفاذ کے بارے میں درج ذیل تین اقوال مشہور ہیں:[۲۰]

۱۔ پہلے قول کے مطابق وعدے کی قانون کے ذریعے نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ وعدہ پورا کرنا ایک احسن امر ہے مگر یہ فرض یا واجب ہرگز نہیں ہے۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور کچھ مالکی اہل علم سے منقول ہے۔[۲۱]

۱۸۔ اعجاز احمد صمدانی، **اسلامی بینکاری ایک حقیقت پسندانہ جائزہ** (کراچی: ادارہ اسلامیات ۲۰۰۶ء)، ۴۳؛ **مروجہ اسلامی بینکاری: تجزیاتی مطالعہ، شرعی جائزہ، فقہی نقد و تبصرہ** (کراچی: مکتبہ بینات، ۲۰۰۸ء)، ۲۷۴– ۲۸۲۔

19. Munawar Iqbal, *A Guide to Islamic Finance* (Islamabad: Laurie Donaldson, 2002), 6.

۲۰۔ محمد تقی عثمانی، **غیر سودی بینکاری** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۹ء)، ۱۵۷۔

۲۱۔ بدرالدین العینی، **عمدة القاري في شرح البخاري** (بیروت: دارالکتب العلمیة)، ۱۲: ۱۲۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ دوسرے قول کے مطابق وعدے کو قانونی کارروائی کے ذریعے لاگو اور نافذ کروایا جاسکتاہے۔ کیوں کہ وعدہ کرنے والے کی یہ نہ صرف اخلاقی بلکہ قانونی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کرے۔ یہ قول سمرہ بن جندب، عمر بن عبدالعزیز، حسن البصری، سید بن الاشوۃ، ابن شبرمہ، امام بخاری، ابن اعرابی اور الغزالی سے منقول ہے۔[۲۲]

۳۔ تیسرے قول کے مطابق وعدہ کا اس وقت پورا کرنا لازمی اور ضروری ہے جب کہ وہ فریق جس سے وعدہ کیا گیا ہو اس نے بھی اس سلسلے میں کوئی مشکلات سہی ہوں یا اسے کوئی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہو۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص دوسرے شخص سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اسے ایک لاکھ روپیہ دے گا اگر وہ فلاں سے نکاح کرلے۔ اب دوسرا شخص یہ سن کر نکاح کرلیتا ہے تو پہلے شخص پر یہ لازم ہے کہ اب وہ بھی اپنا وعدہ پورا کرے۔ یہ امام مالکؒ کا مشہور قول ہے۔[۲۳]

اسلامی فقہ اکیڈیمی نے مالی معاملات میں وعدہ کو وعدے کرنے والے پر لازم قرار دیا ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس وعدے کی وجہ سے اس شخص نے جس سے وعدہ کیا گیا ہے کوئی نہ کوئی عمل سرانجام دیا ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی چیز خریدنے کا وعدہ کیا گیا ہے تو وہ چیز مقررہ وقت پر مقررہ جگہ سے خریدی جانی چاہیے، صرف وعدہ کافی نہیں ہے اور اگر خریدنے والا اپنا وعدہ پورا نہیں کرتا تو عدالت اسے مجبور کرسکتی ہے کہ وہ مقررہ چیز خریدلے یا پھر نقصان کی تلافی کرے۔[۲۴]

اعجاز احمد صمدانی کی اس بارے میں رائے یہ ہے کہ جہاں تک مذکورہ وعدہ لینے کا تعلق ہے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ اس وعدہ کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً خالد کی کتابوں کی دوکان ہے، زید اس کے پاس آکر کوئی مخصوص کتاب طلب کرتا ہے وہ کتاب خالد کے پاس موجود نہیں۔ خالد زید سے کہتا ہے کہ ابھی تو یہ کتاب میرے پاس نہیں البتہ میں کہیں سے خرید کر آپ کو فراہم کرسکتا ہوں۔ زید اس پر آمادہ ہو جاتا ہے خالد کو یہ خطرہ لاحق ہوتا

۲۲۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **صحيح البخاري**، كتاب الشهادات، باب من أمر بإ نجاز الوعد، (دارطوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)۔

۲۳۔ ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی، **أنوار البروق في أنواء الفروق** (بیروت: دارالإسلام)، ۴:۲۵۔

۲۴۔ محمد تقی عثمانی، مصدرِ سابق، ۱۵۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں یہ کتاب دوسری جگہ سے خرید کرلاؤں اور بعد میں زید اسے خریدنے سے انکار کردے، اس لیے وہ زید سے کہتا ہے کہ تم یہ وعدہ کرو کہ جب میں یہ کتاب خرید کرلاؤں گا تو تم مجھ سے خرید لوگے۔ ظاہر ہے کہ خالد کے لیے یہ وعدہ لینا جائز ہے کیوں کہ یہ کسی شرعی اصل کے متصادم نہیں۔ اسی طرح اسلامی بینک کے لیے کلائنٹ سے بھی وعدہ لینا جائز ہے، اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ وعدہ ملزمہ(Binding)ہوسکتا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وعدہ کے لازم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علمائے کرام کی آرا مختلف ہیں، البتہ متاخرین علمائے حنفیہ نے اس بات کی گنجائش دی ہے کہ ضرورت کے وقت اسے لازم قرار دیا جاسکتا ہے۔۔۔اس لیے اس مسلک کو اختیار کرتے ہوئے اس وعدے کو لازم قرار دینے میں کوئی شرعی خرابی لازم نہیں آتی۔[۲۵] اگرچہ احناف کے نزدیک ایسے التزام کو پورا کرنا قضاءً ضروری نہیں، لیکن مالکی مذہب کے بعض اہل علم کے ہاں اسے قضاءً(یعنی بذریعہ عدالت) بھی پورا کیا جاسکتا ہے۔چوں کہ بینکوں کے معاملات میں اسے قضاءً نافذ کرانے کی ضرورت ہوتی ہے،لہٰذا اس صورت میں مالکیہ کے اس قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے، خصوصاً جب کہ اس کا تعلق مالی معاملات سے ہے کیوں کہ اگر صارف کو ایفائے عہد کا پابند نہ بنایا جائے تو بینک کو نقصان کا احتمال ہو گا۔[۲۶]

ایفائے عہد اور صارف کی ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ بینک کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے صارف کو قضاء یا عدالتی کارروائی کے ذریعے اپنے وعدے کا پابند بنانے میں زیادہ سہولت اور عملیت نظر آتی ہے، کیوں کہ موجودہ دور میں روپے کی قدر میں کمی اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کے باعث لوگوں کی اخلاقی قدریں زیادہ مضبوط نہیں رہیں اور اگر بینک صارفین کے ساتھ اس مسئلے پر سختی سے نہ پیش آئیں تو یقیناً سب صارفین بینک کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔

۴۔ مختلف مراحل پر مشارکہ کے یونٹس کی عملاً خریداری

مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقۂ کار کے چوتھے مرحلے میں مختلف مراحل پر مشارکہ کے یونٹس کی عملاً خریداری کی جاتی ہے اور معاہدے کے وقت صارف و بینک کے مابین یہ امور طے پا جاتے ہیں کہ

۲۵۔ دیکھیے: اعجاز احمد صمدانی، **اسلامی بینکاری ایک حقیقت پسندانہ جائزہ** (کراچی: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۶ء)، ۴۳-۴۵۔

۲۶۔ نفس مرجع، ۴۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس وقت کون سا معاہدہ عمل پذیر ہو گا۔ مشارکہ کے یونٹس کی صارف کو عملاً منتقلی ہی مشارکۂ متناقصہ کی بنیادی خصوصیت ہے جہاں بینک کے حصے خریدتے خریدتے آخر کار صارف اس گھر کا واحد مالک بن جاتا ہے۔

مشارکۂ متناقصہ کے عمل کے وقوع پذیر ہونے کے دوران میں بھی کئی مراحل ایسے آتے ہیں جو اہل علم کے نزدیک زیر بحث رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اسلامی بینک کے ساتھ مشارکۂ متناقصہ کا جو معاہدہ کیا جاتا ہے، اس میں بھی ادائی میں تاخیر کی صورت میں بہ طور سزا، صارف کو جرمانہ عائد کرنے کی شق موجود ہوتی ہے۔ یہ جرمانہ صدقہ یا خیرات کی صورت میں اسلامی بینک کے خیراتی فنڈ میں ڈال دیا جاتا ہے۔

اعتراض اور تجزیہ

اس صورت حال پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عام بینکوں میں بھی تو اس طرح سے جرمانہ یعنی سود وصول کیا جاتا ہے پھر اسلامی اور عام بینک میں کیا فرق ہوا؟[۲۷] اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کسی مخصوص کام کے کرنے کا پابند کرے تو اسے "نذر" مانا کہا جاتا ہے، مگر نذر ایک ارادی فعل ہے، اسے زبردستی لاگو نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اسلامی بینکوں پر پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ چوں کہ یہ صارف اپنی مرضی سے نہیں کرتا، اس لیے اسے نذر نہیں کہا جا سکتا۔ ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اگر اسلامی بینک اس طرح کی کوئی شرط رکھتے ہیں تو وہ شرط کس حد تک اسلامی مالیاتی نظام کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ کیا صارف وہ صدقہ اس اسلامی بینک کو دیتا ہے یا اس کی مدد سے کسی اور خیراتی ادارے کو دیتا ہے۔ اور اگر صارف اسے صدقہ مان بھی لے تو اسلامی بینک اس صدقے کی عدم ادائی کی صورت میں صارف کو عدالتی کٹہرے میں کیوں لا کھڑا کرتی ہے؟[۲۸] ان اعتراضات کے جواب میں غیر سودی بینک کاری کے مؤیدین یہ کہتے ہیں کہ صدقے کی ادائی کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملے میں لازم کیا جا سکتا ہے اور اس لازم کرنے کی وجہ بینک اور دیگر صارفین کو نقصان سے محفوظ رکھنا ہے۔ بینک صارف سے اس صدقے کا وعدہ لیتا ہے اور اس کی پابندی مالکی فقہ میں لازم ہے، اس لیے اسلامی بینک صارف کو اس پابندی پر مجبور کر سکتا ہے۔[۲۹]

۲۷- دیکھیے: ذوالفقار علی، **دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم** (لاہور: ابوہریرہ اکیڈیمی، ۲۰۰۸ء)، ۱۱۵ تا ۱۱۷؛ مزید دیکھیے: **مروجہ اسلامی بینکاری**، ۲۶۴-۲۷۴۔

۲۸- اعجاز احمد صمدانی، مرجع سابق، ۴۷۔

۲۹- دیکھیے: محمد تقی عثمانی، مصدرِ سابق، ۱۵۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدید دور کے تقریباً تمام اہل علم ایسے مقروض کے لیے تعزیری سزا کی حمایت کرتے ہیں جو استطاعت رکھنے کے باوجود قرض واپس نہ کرے۔ مالکی اہل علم کے نزدیک ایسا مقروض جو استطاعت کے باوجود قرض واپس نہ لوٹائے اسے بہ طور سزا اس بات کا پابند بنایا جانا چاہیے کہ وہ خیراتی مقاصد کے لیے عطیہ / جرمانہ دے گا۔[۳۰]

OIC کی اسلامی فقہ کونسل AAOIFI، اور سپریم کورٹ کے شریعت ایپلٹ بینچ سمیت کئی مستند اداروں نے بینک اور صارف کے مابین کیے جانے والے معاہدوں میں موجود Penalty Clause کی حمایت کرتے ہوئے اسے موجودہ دور میں ناگزیر قرار دیا ہے۔ میری ناچیز رائے کے مطابق ادائی میں تاخیر کی صورت میں عائد ہونے والے جرمانے کو کسی خیراتی ادارے کو دیا جانا ایک احسن عمل ہے جو بینک کو بھی بلاعوض اضافی معاوضہ نہیں دیتا اور ساتھ ساتھ صارف میں احساسِ ذمہ داری جگاتے ہوئے صدقہ و خیرات جیسے اصلاحی عمل کا ذریعے بھی ہے۔ اسی طرح جب بینک اور صارف کے مابین مشارکہ متناقصہ کا معاہدہ ہوتا ہے تو اسلامی بینک بھی عام بینک کی طرح مناسب سیکورٹی وغیرہ طلب کرتا ہے تاکہ بینک کی طرف سے لگائے گئے سرمایے کی سیکورٹی رہے، جب کہ شریعت میں مشارکہ کے اوپر سیکورٹی یا ضمانت کی کوئی شرط نہیں۔ اور اس اصول کے پیچھے یہ نظریہ کارفرما ہے۔ "لا كفالة في الأمانات" یعنی امانتوں کے معاملے پر سیکورٹی یا ضمانت کی ضرورت نہیں۔[۳۱]

اس اعتراض کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ بتانا ضروری ہے کہ شراکت داری در اصل کفالت اور Trust دونوں کی خصوصیات اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہر شریک دوسرے شراکت دار کے لیے کفیل کا درجہ بھی رکھتا ہے جب وہ اس کی اور اپنی مشترکہ جائداد میں کاروبار کرتا ہے اور ساتھ ساتھ ہر شریک اس میں Trustee کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ ایک Trustee کو اس وقت تک نقصان کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا، جب تک کہ اس کی طرف سے فراڈ یا مجرمانہ غفلت ثابت نہیں ہوتی۔ حنفی، مالکی اور حنبلی مذاہب فکر کے مطابق اسلامی بینک کے لیے شراکت داری کے اصول پر چلتے ہوئے یہ جائز ہے کہ وہ صارف کی جانب سے جان بوجھ کر کیے گئے نقصان کے لیے صارف سے ضمانت طلب کر سکتا ہے۔ مالکی اور حنبلی مذاہب فکر کے مطابق شراکت داری کے اصول کو مد نظر رکھتے

30- Majmū'at Dallat al-Barakah, *Resolutions and Recommendations on Al-Baraka Symposia for Islamic Economy:1403-1422 H*, (Jordon: Dallah Al-Baraka Group), 215.

۳۱- ذوالفقار علی، مرجع سابق، ۱۴۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے بینک کے لیے جائز ہے کہ وہ صارف کو دیے گئے سرمایے کے بدلے میں کچھ طلب کرے۔ مالکی فقہی مذہب کے مطابق ملکیت کا بدل بھی طلب کرنا جائز ہے۔[۳۲]

اس امر میں مالکی رائے میں وزن معلوم ہوتا ہے، مگر اس امر کو یقینی بنایا جانا چاہیے کہ صارف کی جانب سے مہیا کردہ سیکورٹی / گارنٹی کو صارف کے استحصال کے لیے استعمال نہ کیا جائے بلکہ اس کا مقصد صارف اور بینک کے مابین شراکت داری کے رشتے کو تحفظ فراہم کرنا ہو۔

۵۔ تمویل کار کی جائداد میں باقی ماندہ حصے کے حوالے سے کرایے کا تعین

مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقۂ کار کے پانچویں اور آخری مرحلے میں تمویل کار کی جائداد میں باقی ماندہ حصے کے حوالے سے کرایے کا تعین کیا جاتا ہے۔ جیسے جیسے گھر کی ملکیت کا حصہ کم ہوتا چلا جاتا ہے صارف کی جانب سے دیے جانے والے کرایے کا تناسب بھی کم ہوتا چلا جاتا ہے، اس لیے کرایے کی مقدار کو تمام مقررہ مدت کے لیے یکساں نہیں رکھا جاسکتا۔

مشارکۂ متناقصہ میں حیلے کا استعمال اور اس کی شرعی حیثیت

درج بالا اہم امور کے علاوہ مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے طریقۂ کار پر دیگر حوالوں سے بھی کئی موضوعات زیرِ بحث رہے ہیں اور ان پر تنقید ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر اسلامی بینکوں کا حیلے کو استعمال کرتے ہوئے غیر شرعی معاملات کو شرعی قرار دینا اور KIBOR (Karachi Inter Bank Offered Rate) کو شرح معیار بنانا وغیرہ شامل ہیں۔ اس بارے میں مختصراً حالیہ فقہی بحث کا جائزہ درج ذیل ہے۔

اسلامی بینک کاری کے ناقدین کے خیال میں اسلامی بینکوں کی جانب سے متعارف کردہ سرمایہ کاری کے طریقوں میں کسی نہ کسی طور پر حیلے کا استعمال کرتے ہوئے بعض اوقات غیر شرعی امور کو بھی شرعی امور کی فہرست میں ڈالتے ہوئے ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ ان ناقدین کے خیال میں ایسے حیلوں کا استعمال اور رخصت طلب کرنا درحقیت غیر شرعی عمل ہے۔

32- Yusuf Talal Delorenzo, *A Compendium of Legal Opinions on the Operation of Islamic Bank* (London: Institute of Islamic banking and Insurance,2001), 307.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مروّجہ اسلامی بینکاری کتاب کے مؤلفین نے حیلوں کی بحث میں اس عمل کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے نزدیک ایک وقتی ضرورت کے لیے ایسا کرنے کی کسی حد تک گنجائش ہے لیکن مستقل ضرورت بنالینا قطعاً غلط اور دین سے نکل جانے کے مترادف ہے۔ (۳۳)

مذکورہ بالا کتاب کے جواب میں مولانا تقی عثمانی نے **غیر سودی بینکاری** کتاب تحریر کی اور اس میں حیلوں کی مختلف صورتوں پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> اگر ربا سے بچنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جتنا مالی نفع ربا کے ذریعے حاصل کیا جاتا اتنا ہی نفع کسی ایسے جائز معاملے کے ذریعے حاصل کر لیا جائے جو محض مصنوعی طور پر وجود میں نہ لایا گیا ہو بلکہ وہ بذات خود مقصود ہو اور اس معاملے کی تمام شرعی شرائط بھی پوری کی گئی ہوں اور اس کے تمام شرعی تقاضوں پر بھی عمل کیا گیا ہو تو نا اس کو حیلہ کہا جاتا ہے اور نہ اس کے جواز اور انعقاد میں کوئی قابل ذکر اختلاف ہے۔ (۳۴)

حیلے کے بارے میں اس بحث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ہر حیلہ حرام نہیں۔ حیلے کے جائز و ناجائز ہونے کا دارومدار بینک اور اس کے ایڈوائزری بورڈ کی کاوشوں اور نیت پر بھی منحصر ہے۔ اگر اسلامی بینک کاری کو بذات خود حرام تصور کر کے اسلامی بینکوں کے حیلوں پر مبنی تمام معاملات کو بھی حرام قرار دے دیا جائے تو یہ تنقید برائے تنقید کے زمرے میں آتا ہے۔ اور اگر موجودہ دور میں اسلامی بینکاری کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے اسے جائز قرار دینے والے اہل علم جائز نوعیت کے حیلے استعمال کریں تو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی؛ البتہ یہ امر یہاں پیش نظر رہنا چاہیے کہ اسلامی بینک کاری کے موجودہ عمل کو اس کے مؤیدین بھی مکمل طور پر اسلامی نطقۂ نظر کا عین متبادل نہیں سمجھتے اور جب تک اسلامی اقتصاد کے مثالی متبادل عملی طور پر رائج نہیں ہو جاتے، تب تک وہ ان حیلوں کو مالا یدرک کله، لا یترک کله کے مصداق ایک عبوری ضرورت کے تحت استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ ان حضرات کی نظر ظاہر ہے انسانیت کے عمومی ابتلا یا عمومِ بلوی کی طرف بھی ہے اور مقاصد شریعت کی طرف بھی، لیکن ایک مثالی متبادل کو وجود پذیر ہونے میں ابھی وقت درکار ہے، یہی وجہ ہے کہ اب ان کے ہاں اسلامی بینک کاری کی اصطلاح کی جائے غیر سودی بینک کاری کی اصطلاح زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

یہاں اسلامی بینک کاری اور انشورنس کے ادارے IBI (Institute of Islamic Banking and Insurance) کی جانب سے مشارکۂ متناقصہ کو شریعت سے ہم آہنگ بنانے کے لیے مرتب کردہ ہدایات اور راہ نما اصولوں کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

۳۳- رفقاء دار الافتاء، **مروجہ اسلامی بینکاری**، ۱۶۸-۱۶۵۔

۳۴- محمد تقی عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، ۱۷۸-۱۷۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- مشارکۂ متناقصہ کسی مخصوص جائداد وغیرہ تک محدود ہے، یہ پورے کاروبار پر نافذ نہیں کی جاسکتی ہے یہ صرف ایسی جائداد تک مخصوص ہے جسے چھوا جاسکتا ہے۔

مشارکۂ متناقصہ کا معاہدہ تین مراحل میں مکمل ہوتا ہے:

۱- مشترکہ ملکیت کا قیام / نفاذ

۲- ایک فریق کی جانب سے تمام جائداد دوسرے فریق کو کرایہ پر دے دینا اور

۳- بینک کی جانب سے اپنے حصے صارف کو متعینہ مدت میں مخصوص وقفے سے بیچنا

۲- کرایہ داری اور فروخت کے معاہدے بھی مشارکۂ متناقصہ کے عمل کے مختلف مراحل میں طے پاسکتے ہیں۔

۳- یہ امر ناگزیر ہے کہ دونوں فریقوں کو اس معاہدے میں ایک دوسرے کی جانب سے کی گئی سرمایہ کاری کا مکمل اور حتمی علم ہو۔

۴- دونوں فریق اپنی اپنی ملکیت کے حساب سے مشترکہ ملکیت کے وجود میں آنے کے عمل کے دوران پیدا ہونے والے اخراجات کو برداشت کریں گے۔

۵- دونوں فریق اپنی اپنی سرمایہ کاری کے مطابق اس معاہدے کے کسی بھی مرحلے پر ہونے والے نقصان کو برداشت کریں گے۔

۶- دونوں فریق اپنی اپنی سرمایہ کاری کے مطابق Risk and Reward یعنی کاروبار میں اندیشے اور نفع کو بھی برداشت کریں گے۔

۷- جیسے جیسے صارف، بینک کے حصے خریدتا چلا جائے گا متعینہ مدت میں ادا کی جانے والی ماہوار قسط کی مقدار میں بھی کمی ہوتی چلی جائے گی۔

۸- ہر مخصوص مدت کے بعد ادا کی جانے والی ادائی کے لیے ایک علاحدہ معاہدہ بنایا جائے گا۔

۹- تمام معاہدے اس طریقے سے عمل پذیر ہوں کہ ہر معاہدہ دوسرے سے آزاد ہو تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ ہر معاہدہ ایک الگ حیثیت کا حامل ہے۔ واضح رہے کہ مشارکۂ متناقصہ کے معاہدے میں سب سے پہلے فریقین کے مابین شراکت داری کا معاہدہ ہوتا ہے اور اس کے بعد کرایہ داری کا ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں بینک اپنا حصہ بھی مخصوص کرایہ پر صارف کو دے دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰- اگر دونوں شراکت داروں میں سے کوئی ایک خرید و فروخت، کرایہ داری یا کسی بھی اور معاملے میں اپنا معاہدہ کسی وجہ سے نہ پورا کر سکے تو اس گھر کو یا جس بھی چیز پر مشارکۂ متناقصہ عمل میں لائی گئی ہے اسے اس کی بازاری قیمت پر فروخت کر کے متاثرہ شراکت دار کا نقصان پورا کر دیا جائے گا۔[۳۵]

مشارکۂ متناقصہ اور عصر حاضر کے فتوے

اسلامی بینک عام بینکوں سے کئی طرح سے مختلف ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ ان کا اسلامی اصولوں کے مطابق مالی معاملات سے نمٹنا ہے۔ ہر اسلامی بینک اپنا ایک شریعہ سپر وائزی نظام بناتا ہے جس کا مقصد اسلامی بینک کے معاملات پر نظر رکھنا اور انھیں اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ہے۔ صارفین کے اعتماد کو قائم اور مضبوط رکھنے کے لیے بھی ایسے ادارے کا قیام ضروری ہے۔ اسلامی بینکوں کی کارکردگی پر نظر رکھنے اور اسے شریعت سے ہم آہنگ بنانے کے لیے کویت کے بینکوں کے قوانین اسلامی بینکوں کو فتوے اور مشاورت کے لیے خدمات مہیا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کویت فنانس ہاؤس کا شریعہ سپر وائزری بورڈ کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ سپر وائزری بورڈ ایک خود مختار ادارہ ہے۔ جو اسلامی مالیاتی اداروں کو بہ طور خاص فتوے جاری کرنے کے لیے اور اسلامی مالیاتی امور میں تصحیح کرنے کے لیے ہدایت اور راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اس بورڈ کا ایک اور بڑا مقصد اسلامی بینکوں کو مشاورت فراہم کرنا ہے۔ کویت فنانس ہاؤس کے شریعہ سپر وائزری بورڈ نے مشارکہ کے مختلف پہلوؤں کو واضح تر بنانے اور ابہام دور کرنے کی خاطر کئی فتوے دیے۔ ان فتووں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- کویت فنانس ہاؤس کے شریعہ سپر وائزری بورڈ نے مشارکۂ متناقصہ کے معاہدے میں بینک اور صارف کی جانب سے پیشگی سرمایہ کاری کے بارے میں فتویٰ جاری کیا کہ جب بینک اور صارف آپس میں گھر یا کسی بھی چیز کی خرید و فروخت کا معاہدہ کرتے ہیں تو دونوں فریق اپنی اپنی طرف سے جو پیشگی سرمایہ کاری کرتے ہیں وہ شرعاً جائز ہے۔ یہ سرمایہ کاری شراکت داری سے مماثلت رکھتی ہے، کیوں کہ شراکت داری میں بھی دونوں شراکت دار آپس میں اسی طرح کا معاہدہ کرتے ہیں، تاہم شراکت داری اس وقت

35- See: Draft Instructions and Guidelines for Shārī'ah Compliance by Institute of Islamic Banking and Insurance (IBI), (32-42) http://www.sbp.org.pk/press/Essentials/Essentials-draftinstructions.htm. (visited: 7.8.2014.)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک جائز نہیں ہو گی جب تک کہ دونوں فریق اپنے اپنے حصے کی سرمایہ کاری حقیقتاً نہ کرلیں، کیوں کہ نفع اور نقصان کا تناسب ہمیشہ دونوں فریقین کی جانب سے پیشگی کی گئی سرمایہ کاری سے متعین ہوتا ہے۔

۲۔ کویت فنانس ہاؤس کے شریعہ سپر وائزری بورڈ نے سودی بینکوں کے ساتھ مشارکۂ متناقصہ کا عمل کرنے کے بارے میں فتویٰ جاری کیا کہ سودی بینکوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اس امر کا ثبوت اس مثال سے ملتا ہے کہ اللہ کے نبی حضور ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ بھی تجارت کی جب کہ یہودی سودی کاروبار کرتے تھے، مگر یہ بات بہت واضح ہے کہ حضور ﷺ ان کے ساتھ صرف اور صرف شرعاً جائز معاملات میں ہی تجارت کرتے تھے اور حضور ﷺ کے بعد ان کے صحابہؓ نے بھی اس عمل کی تقلید کی۔

۳۔ کویت فنانس ہاؤس کے شریعہ سپر وائزری بورڈ نے مشارکۂ متناقصہ کے ذریعے گھر کی تعمیر کے لیے خریدی جانے والی زمین اور اس گھر کی ملکیت کو شروع سے ہی صارف کے نام کرنے کو شرعاً جائز قرار دیا ہے۔ گھر شروع سے ہی صارف کے نام کر دینے سے شراکت داری کے اصولوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا تاہم صارف اس گھر کی مکمل ملکیت و تصرف حاصل کرنے کا اسی وقت مستحق ہو گا جب وہ معاہدے کی تمام شرائط کو پورا کرلے گا۔ اسلامی بینک صارف سے ملکیت اس کے نام کرنے کے عوض مناسب سیکورٹی بھی طلب کرتا ہے تاکہ بینک کی طرف سے لگائے گئے سرمایے کی سیکورٹی رہے۔ یہ سیکورٹی رہن کی شکل میں ہوتی ہے اور رہن کے معاہدے کی تکمیل کے لیے درپیش اخراجات بھی صارف ادا کرتا ہے۔ شرعاً اس میں بھی کوئی ممانعت نہیں کیوں کہ بلا آخر صارف ہی مکان کا اکیلا مالک بن جاتا ہے۔

جہاں تک کرایہ داری کے معاہدے کا تعلق ہے تو صارف کی جانب سے ادا کیا جانے والا کرایہ ہر سال مشارکہ کے معاہدے کی شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے متعین کیا جاتا ہے۔ بینک صارف سے گھر کی ملکیت کے عوض جو سالانہ کرایہ وصول کرتا ہے اس کا تناسب اس گھر کی اصل قیمت فروخت کے تناسب سے ہوتا ہے۔ اگر صارف اپنے حصے کی اقساط ادا نہیں کر پاتا تو بینک کے پاس یہ اختیار ہے کہ آیا وہ زبردستی اپنا نقصان پورا کرلے یا وہ معاہدے کو ختم کرتے ہوئے اس گھر کو اپنے قبضہ میں کرلے ان صورتوں میں یہ معاہدہ شروع ہی سے ختم تصور ہو گا۔

۴۔ کویت فنانس ہاؤس کے شریعہ سپر وائزری بورڈ نے مشارکۂ متناقصہ کے دوران درپیش اخراجات مثلاً ٹرانسپورٹ وغیرہ کے بارے میں یہ فتویٰ جاری کیا کہ ان اخراجات کی ادائی براہ راست اس شراکت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داری یعنی مشارکۂ متناقصہ کی ذمہ داری ہے جیسے دونوں شراکت داروں نے برداشت کرنا ہے۔ یہ اصول اس صورت میں کارفرما ہوتا ہے جب شراکت داری کا ایک ہی معاہدہ فریقین میں طے پایا ہو۔ مگر جب مشارکہ کے ایک سے زائد معاہدے بیک وقت طے پائیں جن کا ایک ہی منتظم ہو تو اس صورت میں مروجہ اصولوں پر عمل کیا جائے۔[۳۶]

حاصلِ بحث

مذکورہ بالا گذارشات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی بینکوں کے ذریعے ہاؤس فنانسنگ کے بارے میں اہلِ علم مختلف الخیال ہیں۔ بعض کے نزدیک ہاؤس فنانسنگ کا طریقہ شرعی اصولوں کے مطابق نہیں۔ ہاؤس فنانسنگ کی اصل فقہی بنیاد، مشارکۂ متناقصہ کے بارے میں کئی اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں۔ زیادہ تر وہی اہل علم مشارکۂ متناقصہ کے عمل پر اعتراضات کرتے ہیں جو سرے سے اسلامی بینک کاری کے نظام کو ہی تسلیم نہیں کرتے۔ بالفرض اگر اسلامی معیشت اس معیشت کی ضرورت ہی نہیں تو مشارکۂ متناقصہ کے طریقے کو روبہ عمل لانا غیر ضروری ہے اور اگر جدید مسائل کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنا ہمارے سماج کی ضرورت ہے تو پھر اس طریقے پر غور کیا جاسکتا ہے۔

ہاؤس فنانسنگ کا اسلامی بینکوں کا طریقہ مکمل طور پر اگر اعتراضات سے مبرا نہ بھی ہو، روایتی بینکوں کے مقابلے میں یہ ہر حال ایک غنیمت ہے، تاہم اس طریقے کو دینی اساسات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے اس امر کو یقینی بنایا جانا چاہیے کہ فروخت اور کرایہ داری وغیرہ کے معاہدوں کو ایک ہی معاہدے میں آپس میں نہ ملایا جائے، بلکہ ہر ایک کی الگ الگ جداگانہ حیثیت ہو۔ اسی طرح جب صارف بینک کے حصے خرید رہا ہو تو اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ وہ یہ حصے اس وقت کی بازاری قیمت کے لحاظ سے خرید رہا ہے یا پھر ان حصوں کی قیمت معاہدے کے وقت طے کرلی جائے اور دونوں فریقوں کو اس میں کوئی ابہام نہ ہو۔ اسی طرح KIBOR اور انشورنس کے مسئلے پر اسلامی بینکوں کو مزید محنت و جدوجہد کرنی ہوگی۔ اسلامی بینک صارفین کو سود سے پاک متبادل دینے کے لیے کوشاں ہیں، مگر اسلامی بینکوں کی حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علما اور صارفین اپنا کردار موثر اور یقینی بنا کر ہی غیر سودی بینک کاری کو سودمند اور بہترین بنا سکتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁

36- Yusuf Talal, *A Compendium*, Fatwa Number 349, 336 – 337, 331, 322, 345, 333 – 334.

© rasailojaraid.com